اداریہ

ہم کہاں کھڑے ہیں؟

آج ہر آدمی اس بات سے آگاہ ہے کہ ایک باوقار زندگی بسر کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پاکستان تعلیم، معیشت، قانون (عدل و انصاف) اور صنعت میں ترقی کرے، سوسائٹی میں اخلاقی قدروں کا بول بالا ہو، جب تک ان باتوں کا اظہار عمل کے ذریعہ نہیں ہوتا، اس وقت تک ترقی و اصلاح کے سارے دعوے کھوکھلے دعوے ہیں، جن سے اپنے علاوہ کسی کو فریب نہیں دیا جا سکتا۔

U.N. اور دوسرے عالمی ادارے انسانی ترقی کے بارے میں ایک سالانہ رپورٹ شائع کرتے رہتے ہیں، جس میں بتایا جاتا ہے کہ کس کس ملک نے اجتماعی زندگی کے کن کن پہلوؤں میں ترقی کی ہے اور اگر نہیں کی تو اس کی بنیادی وجہ کیا ہے؟ ان رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ جو ملک جس قدر اخلاقی اور صحت مند اجتماعی قدروں سے روگردانی کرتے ہیں، اسی قدر ان کی اجتماعی، تعلیمی اور اقتصادی زندگی رو بہ زوال ہوتی ہے اور وہ ترقی کے میدان میں دوسری قوموں سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ عالمی ادارے U.N.D.P. کی طرف سے شائع کردہ سالانہ رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ پاکستان اپنی اقتصادی اور تعلیمی ترقی میں دنیا کی بہت سی قوموں سے پیچھے رہ گیا ہے۔ طرفہ تماشہ یہ ہے کہ چند سال پہلے ترقی کے میدان میں ہم جن ملکوں سے آگے تھے، آج ہم ان سے بھی پیچھے رہ گئے ہیں۔ مثلاً نیپال، بنگلہ دیش اور سوڈان آج ہم سے آگے ہیں۔ آج سے تقریباً دس سال پہلے ۱۹۹۲ء میں ہم نے 'المعارف' ہی میں لکھا تھا کہ U.N. کی ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان، بھوٹان اور افغانستان کو چھوڑ کر تعلیم کی دنیا میں

سب سے پیچھے کھڑا ہے۔

تعلیمی اور اقتصادی ترقی کے میدان میں ہمارے زوال کی بنیادی وجہ بددیانتی یعنی سرکاری رقم میں خرد برد اور غلط منصوبہ بندی ہے، جس نے ہمیں سرِ بازار رسوا کیا ہے۔ مثلاً ۰۲-۲۰۰۱ء میں شعبہ ہائے تعلیم، صحت اور دوسرے شعبوں کے لیے چھ سو ارب روپے رکھے گئے۔ لیکن بددیانتی (Corruption)، غلط منصوبہ بندی کی وجہ سے یہ رقم غرقِ دریا ہوگئی اور پوری قوم مطلوبہ نتائج سے محروم رہی۔

یہ پہلی مرتبہ نہیں کہ دنیا میں ہماری اخلاقی پستی اور تعلیمی پس ماندگی کی داستان گونج رہی ہے۔ ہم نے 'ناکام' ریاست کے طعنے بھی سنے۔ لیکن ہم ہیں کہ ننگ و نام سے بے پرواہ ہو کر اپنی 'راہ' پر بے خوف وخطر دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ گویا ہم اپنی بلند روایات کو پامال کر کے ایک تاریخی کام سرانجام دے رہے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ہم نہ تو خوابِ غفلت سے بیدار ہوئے اور نہ ہی اپنا محاسبہ کیا۔ ''ہمیں پتنگ بازی، بٹیر بازی سے کب فرصت ہے، جو یہ دردِ سر خریدیں۔ اے بگڑی ہوئی قوم! تیری کن کن باتوں پر آنسو بہائیں۔

حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں''

بیسویں صدی کی مسلم سیاست کا المیہ یہ ہے کہ ہم آج تک اپنے ملک میں پرامن طریق سے انتقالِ اقتدار کی جمہوری روایت کو قائم نہ کر سکے۔ ہماری سیمابی سیاست کا یہ کرشمہ ہے کہ ۱۹۴۸ء سے لے کر ۱۹۹۹ء تک ہم نے کسی صدرِ ریاست یا صدرِ حکومت (وزیرِاعظم) کو اپنی مدتِ حکومت پوری کرنے کی اجازت نہیں دی۔ ہر صدر اور وزیرِاعظم کو وقتِ مقررہ سے پہلے اپنا دفتر چھوڑنا پڑا۔ جوڑ توڑ کی یہ سیاست آدمی کی ساری توانائیوں کو جذب کر لیتی ہے۔ یہ 'سیاست' آدمی کو یہ موقع ہی نہیں دیتی کہ وہ کبھی اپنی گھات میں بیٹھ کر اپنے نفس کی 'سرگرمیوں' کا مشاہدہ کرے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر ہماری تعلیم و تربیت کا نظام بہتر ہوتا فلاحی اور جمہوری

نظام کو اپنایا ہوتا تو ہم اس اخلاقی المیے سے بچ سکتے تھے۔ افسوس! قدم قدم پر ٹھوکریں کھانے کے بعد بھی ہمارے قدم صحیح سمت نہیں اُٹھتے۔ اگر ۱۹۴۸ء میں ہم تعلیم اور معیشت میں انقلابی قدم اُٹھاتے اور عوام کو جمہوری نظام کا سرچشمہ مان کر اسے بامقصد تعلیم کی سہولتیں مہیا کرتے اور دولت کی منصفانہ تقسیم کے لیے بڑی بڑی جاگیروں کو ایک مربوط منصوبے کے تحت غریب کسانوں میں تقسیم کر دیتے تو آج پاکستانی معاشرہ نہ صرف صحت مند اخلاقی قدروں کا ترجمان ہوتا، بلکہ دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں کی صف میں کھڑا ہوتا۔ صحیح بات ہے کہ ہم نے نہ تو اپنی تاریخ اور نہ ہی عہدِ حاضر کے جمہوری افکار سے کوئی تعلق رکھا اور نہ ہی واشنگٹن اور تل ابیب میں حریفوں کی 'پختہ زناری' کا مطالعہ کیا۔ (۱) ستم پہ ستم یہ ہوا کہ ہم نے بین الاقوامی امور میں مشرق ومغرب کی سرد جنگ میں مغرب کا ساتھ دیا، جس نے سویت یونین کو عالمی سٹیج سے پیچھے دھکیل دیا، جس سے طاقت کا توازن بگڑ گیا۔ یہ بات قرآنی فلسفہ کے نقطۂ نظر سے پوری انسانیت کے لیے خطرے کی گھنٹی تھی۔ چنانچہ وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ اب ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ نہایت ہی صبر وتحمل سے تعلیم وتربیت اور عدل وانصاف کی راہ پر چلتے ہوئے اپنی اجتماعی اور اقتصادی زندگی کو منظم کریں، تاکہ ہر ایک کو اس کی محنت اور صلاحیت کے مطابق معاوضہ ملے اور ہر بچے کے لیے بہترین تعلیم کا انتظام ہو۔ اجتماعی زندگی میں عدل وانصاف کے قیام کے بغیر ترقی واصلاح کے خواب دیکھنا خود فریبی ہے۔ موجودہ وقت میں ہماری سوسائٹی میں انصاف کا حصول ایک انتہائی مشکل مسئلہ بن گیا ہے۔ سالوں تک مقدمہ چلتا رہتا ہے۔ جھوٹ، فریب کا

(۱) آج پوری عرب دنیا، ادھر پچاس سال سے اپنی بے پناہ قدرتی دولت، جغرافیائی پوزیشن اور بشری طاقت کے باوجود ایک مٹھی بھر صیہونی جماعت کے ہاتھوں پٹ رہی ہے۔ کیوں کہ صیہونی یا اسرائیلی زندگی کے اجتماعی تقاضوں سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ تعلیم وتربیت، معیشت واقتصاد اور نظم ونسق میں عرب سوسائٹی سے کہیں آگے ہیں۔ مزید یہ کہ مغرب خاص طور پر اینگلو امریکن سیاست برابر اسرائیل کی حمایت رہی ہے۔ عرب اور مسلم دنیا اس حقیقت سے آگاہ ہونے کے باوجود سنجیدگی سے کوئی اقتصادی، تعلیمی اور سیاسی منصوبہ بنانے کے لیے تیار نہیں۔ اسلامی ملکوں کی تنظیم کے بارے میں اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ

''حمیت نام ہے جس کا، گئی تیمور کے گھر سے''

کاروبار ''دیدنی'' ہوتا ہے۔ شہادت اور گواہیاں بکتی ہیں۔ کتنے ہی لوگ ہیں جو تھک ہار کر زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ جب تک سوسائٹی میں مظلوم کو انصاف نہیں ملتا۔ اس وقت تک سوسائٹی میں امن و سلامتی کا قیام محال ہے۔ بے شبہ سوسائٹی میں اخلاقی ذمہ داری کا گہرا احساس معاشرے کی اصلاح و ترقی میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ لیکن اخلاقی ذمہ داری کا یہ گہرا احساس بیدار کیوں کر ہو؟ یہ فریضہ تو والدین اور مدرسہ کی تعلیم و تربیت ہی کو انجام دینا ہے۔ رہی یہ بات کہ والدین اور مدرسہ نے اپنا فرض کہاں تک ادا کیا۔ یہ ایسی بات ہے جو معلومِ عوام ہے۔

ہم نے چند سال پہلے المعارف میں بڑی تفصیل سے لکھا تھا: ''بیسیوں صدی کی دوسری دہائی میں برصغیر کے ایک مردِ درویش نے لکھا تھا۔ ''اگر تاریخ سے پوچھا جائے کہ انسانی ہلاکت کی سب سے بڑی قوتیں میدانِ جنگ کے بعد کون کون سی رہی ہیں تو یقیناً اس کی انگلیاں ان عدالت گاہوں کی طرف اُٹھ جائیں گی جو مذہب اور قانون کے نام سے قائم کی گئی ہیں۔''

اسی طرح اگر آج تاریخ سے پوچھا جائے کہ پاکستانی سوسائٹی کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے میں کن طاقتوں کا ہاتھ ہے؟ تو یقیناً اس کی انگلیاں ان درس گاہوں کی طرف اُٹھ جائیں گی، جن کے تقدس کو ہماری سیاست نے سیکولر ہو یا مذہبی، پامال کیا۔ (۱)

بعض اوقات احساس ہوتا ہے کہ ہمارے فکری زوال کے بارے میں ہمارے حریفوں نے جو کچھ کہا تھا، آج ہم اسے اپنی بدعنوانیوں سے صحیح ثابت کر رہے ہیں!! سر ولیم میور (Sir William Muir) نے اپنی معروف کتاب ''خلافت - عروج و زوال'' میں لکھا تھا: مسیحی قومیں تہذیب، آزادی، اخلاقیات، فلسفہ، سائنس اور فنون میں شاید ترقی کریں۔ لیکن اسلام اپنے مقام پر کھڑا رہے گا۔ یہ سکون، جیسا کہ تاریخ کے اسباق نے بتایا ہے، باقی رہے گا۔''(۲)

وقت آ گیا ہے کہ ہم مزید وقت ضائع کیے بغیر اپنی معیشت، تعلیم و تربیت اور اخلاقی

(۱) ملاحظہ ہو، المعارف، جولائی - ستمبر ۲۰۰۰ء (ہماری تعلیم اور زندگی)۔

(2) "Christian nations may advance in civilization, freedom, and morality, in philosophy, science, and the arts, but Islam stands still. And thus stationary, so far as the lessons of the history avail, it will remain." (*The Caliphate, its Rise, Decline, and Fall*, by Sir William Muir, 1924, p.603)

ذمہ داری کے مسائل حل کرنے کے لیے مثبت اور مؤثر قدم اُٹھائیں۔ کرپشن، اخلاقی فساد اور غفلت سے نجات حاصل کریں۔ بے شبہ ''خدا کبھی اس حالت کو نہیں بدلتا جو کسی گروہ کو حاصل ہوتی ہے، جب تک کہ وہ خود ہی اپنی صلاحیت نہ بدل ڈالے۔'' (الرعد:١١) یہی آسمانی تنبیہ قرآنِ مجید کی ایک دوسری آیتِ کریمہ میں وارد ہوئی ہے، جس میں خدا نے فرمایا: ''اللہ کا مقررہ قانون ہے کہ جو نعمت وہ کسی گروہ کو عطا فرماتا ہے، اسے پھر کبھی نہیں بدلتا، جب تک کہ خود اسی گروہ کے افراد اپنی حالت نہ بدل لیں۔'' (الانفال:٥٣)

صحیح بات یہ ہے کہ ''دنیا کی پوری تاریخ ہمیں اس بارے میں جو کچھ بتلا رہی ہے، اس کی حقیقت بھی اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ ہر قوم خود ہی اپنی زندگی کا گہوارہ بناتی ہے اور پھر خود ہی اپنے ہاتھوں سے اپنی قبر بھی کھودتی ہے۔''[1] ''فهل من مدكر!'' (کوئی ہے جو سوچے سمجھے!)

رشید احمد (جالندھری)

(١) ترجمان القرآن، ج ٢، ص ٦٦ (سورۃ الانفال، آیت نمبر ٥٣ پر نوٹ)۔

علم الکتاب

جلد اوّل و جلد دوم

از:

خواجہ میر دردؔ

مترجم:

عبدالطیف

قیمت: -/300 روپے فی جلد

ملنے کا پتہ:

ادارہ ثقافتِ اسلامیہ

۲۔کلب روڈ، لاہور